© rasailojaraid.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصورِ بیورو کریسی

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی (ایم ۔اے ۔ایل ۔ایل ۔بی، پی ایچ ڈی)

حصہ دوم

یہ کتاب کافی عرصہ تک محفوظ رہی ۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اس کا ایک نسخہ ان کی اولاد کے پاس رہا امام زھری نے حضرت سالم بن عبد اللہ سے یہ کتاب پڑھی اور بعد میں اس کا درس دیتے تھے ۔امام زھری خود اس بارے میں کہتے ہیں ۔

عن ابن شہاب قال ھذہ نسخۃ کتاب رسول اللہ صای اللہ علیہ وسلم الذی کتبہ فی الصدقۃ وھی عند آل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال ابن شہاب اتر انیھا سالم بن عبد اللہ بن عمر نو تیھا علیٰ وجھھا وھی التی انسلخ عمر بن عبد العزیز من عبد اللہ بن عبد العزیز بن عمر وسالم بن عبد اللہ بن عمر

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کتاب ہے جو آپ نے صدقات پر تحریر کرائی تھی اس کا بنیادی نسخہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد کے پاس رہا ہے میں نے یہ کتاب حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پڑھی اور اسے حفظ کر لیا جہاں تک اس کی نقل کا تعلق ہے تو یہ مجھے حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاتھوں حاصل ہوئی ۔انہوں نے یہ نسخہ حضرت سالم اور حضرت عبد اللہ سے حاصل کیا تھا ۔ (سنن ابی داؤد ج ا ص ۲۲۰)

اس کتاب کے بارے میں ذخیرہ حدیث میں جو روایات ملتی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کتاب کی باقاعدہ ترویج ہوئی ۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی کئی کاپیاں لکھوائیں اور اپنے عمال کے پاس بھجوائیں ۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عمال کو اس کتاب کی کاپیاں دیں ۔حضرت ابو بکر کے پاس اس کا جو نسخہ تھا وہ بنیادی نسخہ تھا اور اس پر آپ علیہ السلام کی مہر بھی ثبت تھی ۔ حضرت حماد اس ضمن میں کہتے ہیں ۔

اخذت من ثمامۃ بن عبداللہ بن انس کتا با زعم ان ابابکر کتبہ لانس وعلیہ حاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین بعثہ مصدقاً وکتبہ لہ"

میں نے حضرت ثمامہ بن عبد اللہ سے یہ کتاب حاصل کی ۔جب انہیں حضرت ابو بکر نے (بحرین کا) عامل بنا کر بھیجا تو یہ ان کے لئے لکھوائی تھی ۔اس پر حضور علیہ السلام کی مہر بھی ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت حماد کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الصدقہ کا ایک نسخہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے خاندان میں بھی رہا۔ حضرت ثمامہ چونکہ حضرت انس کے پوتے ہیں۔ اس لیے یہ کتاب ان کو اپنے والد عبداللہ بن انس سے ملی ہوگی۔ حضرت حماد نے یہاں "اخذت" کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ جس کا مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ثمامہ یہ کتاب باقاعدہ پڑھاتے ہوں گے۔ حضرت حماد نے ان سے پڑھی ہوگی۔

(ماخوذہ علم حدیث) اسلامی خط و کتابت کورس یونٹ نمبر ۲ دعوۃ اکیڈمی۔
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔ اسلام آباد۔

کیا ہتھیار ڈالے جاسکتے ہیں؟

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ملٹری حکام اور جوانوں کے لیے بھی تفصیل سے ہدایات موجود ہیں۔ فوج کے اولی الامر کو حکم نہیں کہ وہ ہتھیار ڈالنے کے حکم کو مانیں ماسوائے یہ کہ کوئی حربی چال ہو اور فوجوں کو باہر نکالنا مقصود ہو بصورت دیگر نہیں۔ سورۃ انفال کی آیات ۱۶-۱۵ واضح ہیں

یآیھا الذین آمنوآ اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولو ھم الادبار ہ ومن یولھم یومئذ دبرہ الامتحرفاً لقتال اومتحیرآ الیٰ فئۃ فقد بآ۔ بغضب من اللہ وماوئہ جھنم وبئس المصیر ہ

اے ایمان والو، جب میدان جنگ میں کافروں سے تمہارا مقابلہ ہوجائے تو ان سے پیٹھ مت پھیرو (جہاد میں پیٹھ دکھانا اور دشمن سے بھاگنا مسلمان کو روا نہیں) اور جو کوئی (جہاد میں) اس روز ان سے پشت پھیرے گا، بجز اس صورت کے کہ (اصول جنگ کے تحت) یہ ہنر ہو یا اپنی فوج میں جاملنا (منظور) ہو، تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

(ترجمہ از ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی، فیوض القرآن (جلد اول) (ایم ایچ سعید کمپنی۔ کراچی، فروری 1987ء صفحہ 391

سید ابوالاعلیٰ مودودی ان آیات کی تفسیر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

دشمن کے شدید دباؤ پر مرتب پسپائی (Orderly Retreat) ناجائز نہیں ہے جبکہ اس کا مقصود اپنے عقبی مرکز کی طرف پلٹنا یا اپنی ہی فوج کے کسی دوسرے حصہ سے جاملنا ہو۔ البتہ جو چیز حرام کی گئی ہے وہ بھگدڑ ہے جو کسی جنگی مقصد کے لیے نہیں بلکہ محض بزدلی و شکست خوردگی کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس لیے ہوا کرتی ہے کہ بھگوڑے آدمی کو اپنے مقصد کی بہ نسبت جان زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اس فرار کو بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی، ایک شرک، دوسرے والدین کی حق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تلفی، تیسرے میدان قتال فی سبیل اللہ سے فرار۔اسی طرح ایک اور حدیث میں آپ نے سات بڑے گناہوں کا ذکر کیا ہے۔ جو انسان کے لیے تباہ کن اور اس کے انجام اخروی کے لیے غارت گر ہیں۔ ان میں سے ایک یہ گناہ بھی ہے کہ آدمی کفر و اسلام کی جنگ میں کفار کے آگے پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ اس فعل کو اتنا بڑا گناہ قرار دینے کی وجہ صرف یہی نہیں ہے کہ یہ ایک بزدلانہ فعل ہے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص کا بھگوڑا پن بسا اوقات ایک پوری پلٹن کو، اور ایک پلٹن کا بھگوڑا پن ایک پوری فوج کو بد حواس کر کے بھگا دیتا ہے اور پھر جب ایک دفعہ کسی فوج میں بھگدڑ پڑ جائے تو کہا نہیں جاسکتا کہ تباہی کس حد پر جا کر ٹھہرے گی۔ اس طرح کی بھگدڑ صرف فوج ہی کے لیے تباہ کن نہیں ہے بلکہ اس ملک کے لیے بھی تباہ کن ہے جس کی فوج ایسی شکست کھائے"۔

تفہیم القرآن جلد دوم۔(صفحہ 135)

عبداللہ یوسف علی اپنی تفسیر THE HOLY QURAN,

TEXT, TRANSTATION AND COMNENTORY

کے صفحہ نمبر 418 پر رقم طراز ہیں

Death or victory should be the motto of every soldier, it may be death for himself individually, but if he has faith, there is triumph in either case for his cause. Two exceptions are recognised: (1) reculer pour mieux sauter, to go back in order to jump forward; or to deceive the enemy by a feint: (2) if an individual or body is, by the chances of battle, isolated from his own force, he can fall back on his forec in order to fight the battle. There is no virtue in mere single handedness. Each ndividual must use his life and his resoureces to the best advantage for the common cause.

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع معارف القرآن (جلد چہارم) کے صفحات نمبر 200 - 199 پر اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔

"آیات مذکورہ میں سے پہلی دو آیتوں میں اسلام کا ایک جنگی قانون بتلایا گیا ہے۔ پہلی آیت میں لفظ زحف سے مراد دونوں لشکروں کا مقابلہ اور اختلاط ہے معنی یہ ہیں کہ ایسی جنگ چھڑ جانے کے بعد پشت پھیرنا اور میدان سے بھاگنا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

دوسری آیت میں اس حکم سے ایک استثناء کا ذکر اور ناجائز طور پر بھاگنے والوں کے عذاب شدید کا بیان ہے۔

استثناء دو حالتوں کا ہے۔ الا متحرفا لقتال او متحیزا الیٰ فئة یعنی جنگ کے وقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پشت پھیرنا صرف دو حالتوں میں جائز ہے۔ایک تو یہ کہ میدان سے پشت پھیرنا محض جنگی چال کے طور پر دشمن کو دھوکا دینے کے لئے ہو، حقیقۃ میدان سے ہٹنا مقصود نہ ہو بلکہ مخالف کو ایک غفلت میں ڈال کر یکبارگی حملہ پیش نظر ہو۔یہ معنی ہیں الامتحرفا لقتال کے' کیونکہ تحرف کے معنی کسی ایک جانب مائل ہونے کے آتے ہیں۔(روح المعانی)

دوسری استثنائی حالت جس میں میدان سے پشت پھیرنے کی اجازت ہے یہ ہے کہ اپنے موجودہ لشکر کی کمزوری کا احساس کر کے اس لئے پیچھے ہٹیں کہ مجاہدین کی مزید کمک حاصل کر کے پھر حملہ آور ہوں۔او متحیزا الی فئۃ کے یہی معنی ہیں، کیونکہ تحیز کے لفظی معنی انضمام اور ملنے کے ہیں۔اور فئۃ کے معنی جماعت کے۔مطلب یہ ہے کہ اپنی جماعت سے مل کر قوت حاصل کرنے اور پھر حملہ کرنے کی نیت سے میدان چھوڑے تو یہ جائز ہے۔

یہ استثناء ذکر کرنے کے بعد ان لوگوں کی سزا کا ذکر ہے۔جنہوں نے استثنائی حالات کے بغیر ناجائز طور پر میدان چھوڑا، یا پشت موڑی۔ارشاد ہے۔فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جھنم وبئس المصیر یعنی میدان سے بھاگنے والے اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر لوٹے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ان دونوں آیتوں سے یہ حکم معلوم ہوا کہ فریق مقابل کتنی ہی زیادہ تعداد اور قوت و شوکت میں ہو مسلمانوں کو ان کے مقابلہ سے پشت پھیرنا حرام ہے۔بجز دو استثنائی صورتوں کے یہ کہ پشت پھیرنا بھاگنے کیلئے نہ ہو بلکہ یا تو پینترا بدلنے کے طور پر ہو اور یا کمک حاصل کر کے دوبارہ حملہ کرنے کے قصد سے ہو۔

غیر قانونی حکم میں اطاعت نہیں

سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد ربانی ہے۔

یا ایھاالنبی اذا جاءک المومنت یبایعنک علیٰ ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کیلئے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں اللہ سے دعائے مغفرت کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ درگذر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب امام ابو بکر جصاص کے حوالے سے رقمطراز ہیں (بحوالہ تفہیم القرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جلد پنجم صفحات ۴۴۶۔۴۴۷

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس کا نبی کبھی معروف کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتا، پھر بھی اس نے اپنے نبی کی نافرمانی سے منع کرتے ہوئے معروف کی شرط لگادی تاکہ کوئی شخص کبھی اس امر کی گنجائش نہ نکال سکے کہ ایسی حالت میں بھی سلاطین کی اطاعت کی جائے جب ان کا حکم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من اطاع مخلوقا فی معصیۃ الخالق سلط اللہ علیہ ذالک المخلوق، یعنی جو شخص خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت کرے اللہ تعالیٰ اس پر اس مخلوق کو مسلط کر دیتا ہے۔ (احکام القرآن)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں ۔۔ یہ ارشاد ان جاہلوں کے خیال کی تردید کرتا ہے، جو سمجھتے ہیں کہ اولی الامر کی اطاعت مطلقاً لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو رسول کی اطاعت پر بھی معروف کی قید لگادی ہے۔ حالانکہ رسول کبھی معروف کے سوا کوئی حکم نہیں دیتا۔ اس سے مقصود لوگوں کو خبردار کرنا ہے، کہ خالق کی معصیت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں (روح المعانی بحوالہ تفہیم القرآن جلد پنجم صفحہ ۴۴۷)

حقیقت میں سورۃ ممتحنہ کا مذکورہ بالا حکم اسلام میں قانون کی حکمرانی Rule of law کا سنگ بنیاد ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جرم جرم ہے۔ اگر افسران بالا اس کا حکم دیں یا حاکم وقت اس کی اطاعت ممنوع ہے۔ وہ خود مجرم ہے۔ تعمیل کرنے والا ماتحت اہل کار یا افسر بھی اسی طرح کا ایک مجرم ہے۔ لہذا حاکم وقت کی اس بات یا حکم سے ماتحت اس بناء پر نہیں بچ سکتا کہ اسے حاکم وقت یا افسر بالا نے ایک غیر قانونی حکم دیا تھا۔

ان لاتنازع الامر اهله الاان تروا كفر ابو احا عندكم من الله فيه برهان

یعنی یہ کہ ہم اپنے سرداروں اور حاکم سے نزاع نہ کریں گے الا یہ کہ ہم ان کے کاموں میں کھلم کھلا کفر دیکھیں خواہ جس کی موجودگی میں ان کے خلاف ہمارے پاس خدا کے حضور پیش کرنے کیلئے دلیل موجود ہو۔ (مسلم، بخاری)

يكون عليكم امراء تعرفون و تنكرون فمن انكر فقد برى ومن كره فقد سلم ولكن من رضى و تابع فقالو اافلانقاتلهم؟ قال لامن صلوا (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر ایسے لوگ بھی حکم کریں گے، جن کی بعض باتوں کو تم معروف پاؤ گے اور بعض منکر اور جس نے ان کے منکرات پر اظہار ناراضی کیا۔ وہ بری الذمہ ہوا۔ اور جس نے ان کو ناپسند کیا وہ بھی بچ گیا مگر جو ان پر راضی ہوا اور پیروی کرنے لگا وہ ماخوذ ہو گیا۔ صحابہ نے پوچھا پھر جب ایسے حکام کا دور آئے تو کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔

شرار ائمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويلعنونكم قلنا يا رسول الله افلا ننابذهم عند ذالك قال لاما اقاموا فيكم الصلاة لاما اقاموا فيكم الصلاة (مسلم)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے بدترین سردار وہ ہیں جو تمھارے لئے مبغوض ہوں اور تم ان کیلئے مبغوض ہو تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں ۔صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جب یہ صورت ہو تو کیا ہم مقابلہ پر نہ اٹھیں؟ ۔فرمایا، نہیں جب تک وہ تمھارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں ۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں ۔مذکورہ بالا دونوں اطاعتوں کے بعد اور ان کے ماتحت تیسری اطاعت جو اسلامی نظام میں مسلمانوں پر واجب ہے وہ ان اولی الامر کی اطاعت ہے، جو خود مسلمانوں میں سے ہوں ۔اولی الامر کے مفہوم میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے سربراہ کار ہوں خواہ وہ ذھنی یا فکری رہنمائی کرنے والے علماء ہوں یا سیاسی رہنمائی کرنے والے لیڈر یا ملکی انتظام کرنے والے حکام یا عدالتی فیصلے کرنے والے جج یا تمدنی و معاشرتی امور میں قبیلوں اور بستیوں اور محلوں کی سربراہی کرنے والے شیوخ یا سردار ،غرض جس حیثیت سے بھی مسلمانوں کا صاحب امر ہے وہ اطاعت کا مستحق ہے ۔اور اس سے نزاع کرکے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں خلل ڈالنا درست نہیں ہے ۔

بشرطیکہ وہ خود مسلمانوں کے گروہ میں سے ہو اور خدا اور رسول کا مطیع ہو ۔یہ دونوں شرطیں اس اطاعت کیلئے لازمی شرطیں ہیں اور یہ نہ صرف آیت مذکورہ صدر میں صاف طور پر درج ہیں، بلکہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمادیا ہے ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمادیا

السمع والطاعة على المرء المسلم فی ما احب وکرہ مالم یو مر بمعصیة فاذا امرہ بمعصیة فلا سمع ولا طاعة (بخاری ومسلم)

مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے اولی الامر کی بات سنے اور مانے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند تاوقت یہ کہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے ۔اور جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر اسے نہ کچھ سننا چاہیئے اور نہ ماننا چاہیئے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لاطاعة للمخلوق فی معصیة اللہ ۔لاطاعة فی معصیة انما الطاعة فی المعروف (بخاری، مسلم)

یعنی مخلوق یا رعایا ایسا حکم نہ مانے جو خدا کی نافرمانی ہو ۔خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے ۔اطاعت جو کچھ بھی ہے ،معروف میں ہے ۔

سامان رسد روک کر دشمن کو بھوکا مارنا ناجائز ہے ۔چونکہ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ثمامہ بن اثال رئیس یمامہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد قریش کو یمامہ کے غلہ کی ترسیل روک دی مکہ میں سارا غلہ یمامہ ہی سے آتا تھا ۔غلہ بند ہوجانے کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ لوگ چمڑا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بالآخر لاچار ہو کر ابو سفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلعم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے لیکن حالت یہ ہے کہ آپ صلعم کی قوم بھوک کی شدت سے ہلاک ہو رہی ہے۔ اور آپ صلعم کو کوئی خیال نہیں۔ اس پر آپ صلعم نے ثمامہ کو کہلا بھیجا کہ مکہ میں غلہ کی ترسیل حسب سابق جاری کر دی جائے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں حکام کی نگرانی

ذاتی معاملات میں رفق و ملاطفت ان کا خاص شیوہ تھا۔ لیکن انتظام و مذہب میں اس قسم کی مداہنت کو کبھی روا نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حکام سے جب کبھی کوئی نازیبا امر سرزد ہو جاتا تو نہایت سختی کے ساتھ چشم نمائی فرماتے۔ یمامہ کی جنگ میں مجاعہ حنفی نے جو مسیلمہ کذاب کا سالار تھا۔ حضرت خالد بن ولید کو دھوکا دے کر مسیلمہ کی تمام قوم کو مسلمانوں کے پنجہ اقتدار سے بچا لیا۔ حضرت خالد بن ولید نے اس غداری پر اس کو سزا دینے کی بجائے اس کی لڑکی سے شادی کر لی۔ چونکہ اس جنگ میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے تھے۔ اس لئے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس مسامحت پر سخت ناراضی ظاہر کرتے ہوئے لکھا:

تتوثب علی النساء وعند اطناب بیتک دماء المسلمین — یعنی تمہارے خیمہ کی طناب کے پاس مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ اور تم عورتوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف ہو۔

مالک بن نویرہ منکر زکوۃ تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تنبیہہ پر مامور ہوئے، لیکن انہوں نے ربانی ہدایت سے پہلے ہی اس کو قتل کر ڈالا۔ مالک کا بھائی شاعر تھا۔ اس نے اس کا نہایت پر درد مرثیہ لکھا اور ظاہر کیا کہ وہ تائب ہونے کے لیے تیار تھا۔ مگر خالد رضی اللہ عنہ نے محض ذاتی عداوت سے قتل کر دیا۔ دربار خلافت تک اس کی اطلاع پہنچی تو اس غلطی پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سخت مورد عتاب ہوئے۔ لیکن وہ جو کام کر رہے تھے۔ اس کے لئے کوئی دوسرا ان سے موزوں نہ تھا۔ اس لیے اپنے عہدہ پر برقرار رکھے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور احتساب :-

وہ اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے۔ کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گا۔ باریک کپڑا نہ پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔ دروازہ پر دربان نہ رکھے گا۔ اہل حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ اسی کے ساتھ ان کے مال و اسباب کی فہرست تیار کرا کے محفوظ رکھتے تھے۔ اور جب کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ کا علم ہوتا تھا۔ تو جائزہ لے کر آدھا مال بٹا لیتے تھے۔ اور بیت المال میں داخل کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ بہت سے عمال اس بلا میں مبتلا ہوئے۔ خالد بن صعق نے اشعار کے ذریعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔ انہوں نے سب کی املاک کا جائزہ لے کر آدھا آدھا مال بٹا لیا اور بیت المال میں داخل کر لیا۔ موسم حج میں اعلان عام تھا کہ جس عامل سے کسی کو شکایت ہو وہ فوراً بارگاہ خلافت میں پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریں۔ چنانچہ ذرا ذرا سی شکایتیں پیش ہوتی تھیں۔ اور تحقیقات کے بعد اس کا تدارک کیا جاتا تھا۔
ایک دفعہ ایک شخص نے شکایت کی، کہ آپ کے عامل نے مجھ کو بے قصور کوڑے مارے ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مستغیث کو حکم دیا کہ وہ مجمع عام میں اس عامل کو سو کوڑے لگائے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے التجاء کی کہ عمال پر یہ امر گراں ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ میں ملزم سے انتقام نہ لوں۔ البتہ تم اس کو راضی کر لو۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے منت سماجت کر کے مستغیث کو راضی کیا۔ کہ ایک ایک تازیانے کے عوض دو دو اشرفیاں لے کر اپنے حق سے باز آئے۔

آپ نے یہ قاعدہ مقرر کر رکھا تھا۔ کہ قاضی صرف دولت مند اور معزز آدمی ہی کو بنایا جائے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو آپ نے ایک خط لکھا تھا۔ جس میں اس قاعدے کی وجہ یہ بیان کی تھی۔ کہ کمزور اور غریب آدمی انصاف ٹھیک طور پر نہیں کر سکے گا۔ بلکہ رشوت کا طالب رہے گا۔ اسی طرح وہ دوسرے بڑے بڑے لوگوں کے رعب و داب میں بھی آسکے گا۔ اور بڑے آدمی اپنے رعب و داب اور اثر و رسوخ سے کام لے کر اپنے حسب مرضی فیصلہ کروا سکیں گے۔ لیکن اس کے برخلاف امیر اور معزز آدمی رشوت کا طالب نہیں ہوگا۔ اور نہ کسی کا رعب اور اثر قبول کر سکے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفارش کو سختی سے ناپسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے آپ سے ایک شخص کی سفارش کی۔ اور کہا کہ آپ عامل عراق کو لکھ دیجئے کہ جب یہ شخص ان کے پاس پہنچے تو وہ اس کی عزت و تکریم کریں۔ اور اس کا خاص خیال رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا:

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس شخص کے واسطے دوسرے لوگوں پر ظلم کیا جائے۔ حالانکہ یہ بھی دوسری مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہے۔ اور اس کا حق بھی اتنا ہی ہے۔ جتنا کہ دوسرے مسلمانوں کا۔

ایک سال ملک میں بہت بڑا زبردست قحط پڑا۔ آپ نے اس دوران میں اپنی خوارک انتہائی کم کر دی تھی۔ کئی روایات میں آتا ہے۔ کہ جب تک قحط ختم نہ ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ کوئی لذیذ چیز کھائی نہ شہد چکھا اور نہ گوشت اپنے منہ میں ڈالا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ قحط کے سال آپ نے اپنے اوپر گھی حرام کر لیا تھا۔ صرف زیتون کا تیل استعمال فرماتے تھے۔ لوگوں کی تکالیف نے آپ کو اس حد تک بے چین کر رکھا تھا کہ کھانے پینے کا سامان خود اپنی پیٹھ پر رکھ کر غریبوں کے گھروں تک جاتے تھے۔ اور انہیں تقسیم کرتے تھے۔

عیاض بن خلیفہ کہتے ہے کہ میں نے قحط کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ سرخ و سفید تھے۔ لوگوں نے عیاض سے اس تبدیلی کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ پہلے وہ گھی اور دودھ استعمال کیا کرتے تھے۔ لیکن جب قحط پڑ گیا تو آپ نے یہ تمام چیزیں ترک کر دیں۔ اور محض زیتون کے تیل پر گزارہ کرنے لگے۔ کئی کئی وقت تک آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔ اس لئے آپ کا رنگ تبدیل ہو گیا ہے۔ اور صحت خراب ہو گئی ہے۔
کئی لوگوں کی روایت ہیں۔ کہ خداوند تعالیٰ اگر قحط دور نہ کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضرور اس فکر اور پریشانی کی وجہ سے اپنی جان دے دیتے۔

اس قحط کے زمانے میں ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک لڑکے کے ہاتھ میں تربوز دیکھا۔ جھٹ وہ تربوز اس کے ہاتھ سے لے لیا اور فرمایا: تم پھل کھاتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت بھوک مر رہی ہیں۔ بچہ روتا ہوا باہر چلا گیا۔ آپ نے پتہ چلایا۔ لڑکے کو تربوز کہاں سے ملا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس نے کھجوروں کو بیچ کر ان کے بدلے یہ تربوز لیا تھا۔

قحط کے زمانے میں آپ روزانہ اپنے دسترخوان پر کئی ہزار لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ اپاہج مریض اور بچے جو آپ کے پاس نہیں آسکتے تھے۔ ان کو کھانا ان کے گھر بھیجا کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"میں ایک دفعہ صبح کے وقت اپنے والد کے ساتھ تھا۔ ہم دونوں سوار تھے۔ ہم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ ہماری طرف آرہا ہے۔ ہمارے قریب پہنچ کر وہ رونے لگا۔ والد صاحب نے اس سے پوچھا روتے کیوں ہو؟ اگر تم کسی بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہو تو ہم تمہاری مدد کرینگے۔ اگر خوف زدہ ہو تو تمھیں امن دینگے۔ البتہ اگر تم نے کسی کو قتل کیا ہے۔ تو اس کے بدلے تمھیں قتل کیا جائے گا۔ اگر تم کسی جگہ رہنا نہیں چاہتے تو ہم تمھیں دوسری جگہ آباد کر دینگے۔ اس نے عرض کیا میں بنی تمیم میں سے ہوں میں نے شراب پی تھی۔ اس کی سزا میں آپ کے عامل ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے مارے۔ میرا منہ کالا کر دیا۔ اور مجھے لوگوں کے درمیان گشت کرایا۔ اور انہیں حکم دیا کہ خبردار کوئی آدمی اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے۔ نہ اپنے ساتھ بٹھائے نہ کھانے پینے میں اپنے ساتھ شریک کرے۔ اس پر میں نے اپنے دل میں تین باتیں سوچیں۔ یا تو تلوار لے کر ابو موسیٰ کا خاتمہ کر دوں۔ یا شام چلا جاؤں۔ جہاں کوئی شخص مجھے نہیں جانتا۔ یا دشمن کے ساتھ مل جاؤں۔ اور ان کے ساتھ کھاؤں پیوں مزے اڑاؤں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا!

شراب پینا ایک نہایت قبیح فعل ہے۔ اور ایک مسلمان کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ شراب پیئے۔ لیکن یہ زنا کی طرح نہیں ہے۔ آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ مجھے فلاں شخص کی زبانی اس بات کا پتہ چلا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم نے دوبارہ ایسا فعل کیا تو تمھارا منہ کالا کرا کے تمام شہر میں پھراؤنگا۔ لوگوں سے کہہ دو کہ وہ اس شخص سے برابر میل جول رکھیں۔ اور اگر یہ شخص توبہ کرے تو اس کی شہادت بھی قبول کیا کرو۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو دو سو درہم دیئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ایک محل تعمیر کرایا جس میں ڈیوڑھی بھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ اس سے اہل حاجت کو رکاوٹ ہوگا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جا کر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خاموشی سے دیکھتے رہے۔

عیاض بن غنم عامل مصر کی بہت شکایت پہنچی۔ کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں۔ اور ان کے دروازہ پر دربان مقرر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات پر مامور کیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان تھا۔ اور عیاض باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اسی ہیئت اور لباس میں ساتھ لیکر مدینہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا باریک کپڑا اتروادیا۔ اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا۔ عیاض رضی اللہ عنہ کو انکار کی مجال نہ تھی۔ مگر بار بار کہتے تھے۔ اس سے مرجانا بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تمہارا آبائی پیشہ ہے۔ اس میں عار کیا ہے؟ عیاض رضی اللہ عنہ نے دل سے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

حکام کے علاوہ عام مسلمانوں کی اخلاق اور مذہبی نگرانی کا خاص اہتمام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح خود اسلامی اخلاق کا مجسم نمونہ تھے۔ چاہتے تھے۔ کہ اسی طرح تمام قوم مکارم اخلاق سے آراستہ ہو جائے۔ انہوں نے عرب جیسی فخار قوم سے فخر وغرور کی تمام علامتیں مٹادیں۔ یہاں تک کہ آقا اور نوکر کی تمیز باقی نہ رہنے دی۔ ایک دن صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے ایک خوان پیش کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فقیروں اور غلاموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ اور فرمایا کہ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے، جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار آتا ہے۔

یسار بن غیر روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی چھنا ہوا آٹا استعمال نہیں فرمایا:

سائب بن یزید کہتے ہیں:

میں نے قحط کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ کے لباس میں سولہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ خلافت کے زمانے میں میں نے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ کی قمیص میں دونوں کندھوں کے درمیان تین پیوند اوپر تلے لگے ہوئے تھے۔

ابو عثمان نہدی روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی قمیص پر چمڑے کا پیوند لگا رکھا تھا۔ جمعہ کی نماز کا وقت تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیر تک مسجد میں تشریف نہ لائے۔ جب آئے تو منبر پر چڑھ کر فرمایا۔ میں اپنی قمیص کو پیوند لگانے میں مصروف تھا کیونکہ میرے پاس اور کوئی قمیص نہیں تھی۔

عامر بن عبیدہ باہلی کہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک سے اونی کپڑوں کے بارہ میں پوچھا انہوں نے جواب دیا:
رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہ نے اونی کپڑے پہنے ہیں۔صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کبھی استعمال نہیں فرمایا۔
جب بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ امیر المومنین جو رقم اپنے گزارہ کے لئے بیت المال سے لیتے ہیں۔ وہ آپ کی ضروریات کو بھی کافی نہیں ہوتی اور آپ رضی اللہ عنہ بہت تکلیف دہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو باہم مشورہ کر کے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو آپ کی صاحبزادی تھیں) کے پاس آئے اور ان سے کہا!
آپ امیر المومنین سے عرض کریں۔ کہ وہ اس تکلیف دہ زندگی جو انہوں نے خود اپنے لئے اختیار کر رکھی ہے۔ ترک کر دیں۔
چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں اور صحابہ کی بات آپ کے سامنے دہرا دی۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے سختی سے انکار کر دیا۔ اور ان لوگوں کے نام پوچھے۔ جنہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ صلاح دی تھی۔ حضرت خفصہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کے نام بتانے سے انکار کر دیا گر وہ بتادیتیں تو ضرور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں سزا دیتے۔
امیر المومنین نے اپنی بیٹی سے پوچھا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زیادہ سے زیادہ کتنے کپڑے پہنتے تھے؟
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! دو کپڑے جو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی وفد کے آنے یا کسی تقریب کے موقع پر پہنتے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کھانے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ آپ کی خوراک انتہائی سادہ ہوتی تھی۔ اور پھر آپ نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بستر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بستر کھردار ہوتا تھا
اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ان لوگوں کو جو تمھارے پاس آئے تھے۔ یہ بتلادینا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت پر چلوں گا میری اور میرے پیش رو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مثال ان تینوں آدمیوں کی ہے جنہوں نے ایک راستہ پر سفر کرنا شروع کیا، سب سے پہلا شخص چلا، کچھ زاد راہ لی اور اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے دوسرا شخص چلا اور وہی راہ اختیار کی جو پہلے نے کی تھی۔ چنانچہ وہ بھی صحیح سلامت منزل مقصود پر پہنچ گیا اور ان دونوں کے پیچھے تیسرا شخص چلا۔ اگر وہ ان دونوں کی راہ اختیار کرے گا تو ان تک پہنچ جائے گا اور اپنی منزل مقصود کو پالے گا۔ لیکن اگر دونوں کے راستہ کے خلاف کوئی اور راستہ اختیار کرے گا تو کبھی منزل مقصود کو نہیں پاسکے گا۔

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود انحصاری کی طرف ایک اور قدم

ngi

نیلم گلاس

رنگین شیشہ (Tinted Glass)

باہر سے منگانے کی ضرورت نہیں۔

چینی ماہرین کی نگرانی میں اب ہم نے رنگین عمارتی شیشہ (Tinted Glass)

بنانا شروع کر دیا ہے۔

دیدہ زیب اور دھوپ سے بچانے والا نیلم کا (Tinted Glass)

نیلم گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ

ورکس، شاہراہِ پاکستان حسن ابدال۔ فون : 563998 ـ 509 (05772)

فیکٹری آفس، ۲۸۴-بی راجہ اکرم روڈ، راولپنڈی فون : 568998 ـ 1908

رجسٹرڈ آفس، ۱۷-جی گلبرگ II، لاہور فون: 878640-871417

© rasailojaraid.com